ایسٹ انڈیا کمپنی

اور

باغی علماء

از

مولانا انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی

بار اول

قیمت دو رو۔

دہلی بک ڈپو اردو بازار دہلی

فاروقی پریس دہلی

حرف آہنگ

مغلیہ حکومت کے کمزور ہوتے ہی ملک کا شیرازہ بکھرا اور ہندوستان جنگ کا آماجگاہ بن گیا۔ "کارل مارکس" نے اس عہد کا چند لفظوں میں یہ نقشہ کھینچا ہے۔

ہندوستان میں انگریزی تسلط کیونکر قائم ہوا مغلوں کے اقتدار اعلی کو مغلوں کے صوبہ داروں نے اور صوبہ داروں کی قوت کو مرہٹوں نے مرہٹوں کی قوت کو افغانوں نے توڑا اور جبکہ یہ سب ایک دوسرے سے دست گریبان رہتے انگریز کود پڑا اور سب کو مطیع بنانے کے قابل ہو گیا۔

جنگ پلاسی کمپنی کو سازگار ہوئی پھر تو کمپنی نے اپنی انوکھی تدبیروں سے ہندوستان پر پورا تسلط ہی کر لیا۔ اور ملک کے معاشرہ میں ہی دخیل ہونے لگی۔ عمال ایسٹ انڈیا کمپنی نے بیحساب دولت لوٹنی شروع کردی لارڈ مکالے نے ایک جگہ لکھا ہے کہ

کمپنی اور اسکے ملازمین پر اب دولت کی بارش بافراط ہونے لگی۔ ۸۰ لاکھ پونڈ کی رقم جو نقردی سکہ کی صورت میں تھی دریا کے ذریعہ مرشد آباد سے فورٹ ولیم روانہ کی گئی۔ (اس رقم سے) ہر انگریز کے گھر میں تمول اور ثروت کے آثار نمایاں ہو گئے۔"

کلائیو یا قوت اور ہیروں کا تاج پہنے ہوئے سونے اور چاندی کے ڈھیروں میں لوٹتا تھا۔ اور وہ جسقدر دولت اپنے لئے لینا

دوار کھے نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستانیوں کی برس ہا برس کی محنت کی پونجی چھن گئی۔ ۱۷۷۰ء میں خشک سالی سے قحط نمودار ہوا تو لوگوں کے ذرائع نے جواب دے دیا تو وہ لاکھوں کی تعداد میں ہلاک ہو گئے۔ مگر انگریز نے اپنے یہاں غلہ بھرنا شروع کر دیا مگر غربا کی معاونت یا دستگیری نہیں کی میکالے کہتا ہے۔

فاتح انگریزوں کے محلوں اور باغوں کے نزدیک دریائے ہگلی میں ہزارہا نعشیں بہتی رہتی تھیں پٹنہ اور کلکتہ کے گلی کوچے مردہ نعشوں اور مرنے والوں سے بھرے ہوئے تھے اور انکی نعشوں کو گیدڑ، گدھ دن دہاڑے نوچتے کھسوٹتے رہتے تھے۔)

انگریزی برکات نے کچھ عرصہ بعد ایک اور ملک پر قحط ڈالا جو امساک باراں کی وجہ سے نہیں پڑا بلکہ کمپنی کا روز افزوں اقتدار اسکا سبب تھا لوٹ کھسوٹ سے گاؤں کے گاؤں خالی ہو گئے اور باشندہ بھاگ نکلے۔ کرنیل برڈ کے بیان کے متعلق بنگال کی ایک تہائی سے زیادہ اراضیات بیس سال تک افتادہ پڑی رہیں۔

ان بدنظمیوں نے ہندوستانیوں کو اسقدر عاجز کر دیا تھا۔ کمپنی سے دن بدن انکو نفرت بڑھنے لگی تھی اور اسقدر عمال کمپنی سے خوف زدہ ہو گئے تھے جب کبھی انگریز مسافر پالکی میں کسی گاؤں سے گزرتا تو اس کی آمد کی خبر پا کر لوگ گاؤں چھوڑ جاتے تھے۔ کمپنی زعم باطل میں اہل ملک کو کمزور کر رہی تھی تاکہ یہ خود سری نہ کر سکیں۔ جب کمپنی کو باور ہو گیا کہ ہندوستانی غلام ہو چکا ہے۔ اب اس نے اور آگے قدم بڑھایا ہندو مسلمانوں کے مذہب سے کھیلنے لگا۔ مذہبی رہنماؤں کے مٹانے کی

تدبیریں کیں اپنے مذہب کی ترویج پر کمر باندھی۔ زمینداریاں اور جوریاستیں صاحب اقتدار تھیں۔ انگریز بہ لطائف الحیل یکے بعد دیگرے قبضہ میں لانے کے درپے ہوا۔ جہاں مصائب مرجوٹ ہو گئے وہیں ملک میں بلووں کی صورت پیدا ہو گئی ۱۸۲۶ء میں ویلور میں ایک زبردست ہنگامہ ہو گیا۔[1] ۱۸۳۱ء میں تتو میاں انگریز طاقت سے بھڑ بیٹھا ۲۴ پرگنہ ندیا اور فرید پور کے ضلع سے کچھ دن کیلئے کمپنی کا اقتدار ہی اٹھ گیا تھا تتو میاں کے ساتھ ہندو و مسلمان ہر دو تھے مگر کمپنی نے تازہ دم فوج مقابلہ کے لئے بھیجدی اور کل بیڑا پار تتو میاں مقابل آیا شہید ہو گیا سپہ سالار فوج اور ایک سو چالیس مجاہد پکڑے گئے رسالدار کو پھانسی لگی اور ۴۰۰ نفوس کو بمبئی جیل میں بعد مقدمہ بند کر دیا[2] اب علماء نے کروٹ لی مولوی شریعت اللہ اور مولوی کرامت علی جونپوری نے ہندو مسلم ۸۰ ہزار نفوس کی جماعت فرازی کے نام سے بنائی اس جماعت نے دودو میان کے زیر سرکردگی انگریز سے مقابلہ کیا مگر معاملہ آگے نہ بڑھ سکا دب گیا۔

ان ہنگاموں کے واقعات سے کمپنی نے کوئی اثر نہ لیا بلکہ ہندوستان پر دوامی اقتدار قائم کرنے کیلئے جو اسکیم پیش کی تھی وہ بروئے کار لائی جا رہی تھی۔ اٹھارویں صدی کے اواخر میں ہندوستان میں تعلیم کی ترقی تھی یہاں تعلیم کا وہی تناسب تھا جو اسوقت یورپ کا تھا۔

صرف دہلی شہر میں ۱۸۲۵ء میں ایک ہزار کالج اور دو ہزار اسی مساجد جنمیں عام درسگاہیں تھیں واٹ ہیڈ مدراس کا پادری ایک جگہ کہتا ہے۔

بنگال کے گاؤں کا تعلیمی معیار اسکاٹلینڈ کے گاؤں کے معیار سے بہتر تھا۔[3]

[1] تاریخ وطنیت۔

کمپنی نے پادریوں کے مشن جو ہندوستان بھیجے تھے عیسوی تبلیغ کے ساتھ یہاں کی تعلیم بھی انکے سپرد کی گئی جنہوں نے ہر جگہ تعلیمی ادارہ اپنے کھول دئے اسکا اثر یہ ہوا مکاتب اور پاٹ شالوں پر اوس پڑ گئی ۵ برس میں ۴۰ فی صدی ناخواندہ نظر آنے لگے اسپر طرہ یہ ہوا کہ لارڈ میکالے نے ہندوستانی ادب کا تختہ الٹ دیا انگریزی تعلیم کی اسکیم نافذ کرکے مادری زبان کی تعلیم کو فنا کر دیا۔

مسٹر وائٹ ہڈ کا بیان ہے۔

"قومی تعلیم (یعنی انگریزی) جاری کرکے ہندوستانیوں کی انفرادیت اور آزاد خیالی کو نابود کرنے کی کوشش کی"

جسقدر انگریزی ترقی کر رہی تھی اسیقدر تعلیمی تناسب گھٹ رہا تھا ۹۲ فیصدی لوگ اب ناخواندہ ہو چکے تھے اس لپیٹ میں مسلمان زیادہ آئے۔

مشن کالجوں اور اسکولوں میں عیسوی تعلیم دی جاتی تھی ہندو مسلمانوں کی مذہبی تعلیم وہاں بند تھی۔ ہندوستانی اسطرف جھک رہا تھا کچھ مخالفت بھی ہوئی انکو مذہبی دیوانہ کہکر نظر انداز کیا گیا اہل ملک کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مذہبی مراسم پر نظر ڈالی۔ رسم ستی بندگی عقد بیوگان جاری کیا ذات پات ختم کی گئی۔ حتی کہ کورٹوں میں مہاراج کرشن چندر جی کا ذکر خیر ہوتا تھا اسکی بندش کی جانے والی تھی مسلمانوں پر یہ کرم ہوا کہ دہلی میں محکمہ قضاۃ تھا اسکو توڑ کر صدر نظامت قائم کر دیا قاضی کے بجائے انگریز جج فیصلہ مذہبی کرتا ۱۸۳۷ء میں قحط پڑا۔

جو غربا کے بچے مشن کو ہاتھ لگتے وہ عیسائی کر لئے گئے اس واقعہ کا

اثر ہندو مسلمان - ہر دو نے لیا - عیسائی مشن دن بدن کامیاب ہوتا جا رہا تھا۔ عوام میں کھلبلی مچ گئی انکے پیشواؤ نکو متوجہ ہونا پڑا۔ پنڈتوں نے اپنے گھر کو سنبھالنے کی کوشش کی مسلمانوں میں علما اور فقرا نے ہاتھ پیر چلائے۔ درس و تدریس بھول گئے۔ اور نصارٰی سے مقابلہ کیلئے سر بکف اُٹھ کھڑے ہو گئے۔ فقرا جو خانقاہوں میں گوشہ گیر تھے وہ غلبہ نصرانیت کے مخالفت میں لگ گئے۔

گوالیار میں محراب شاہ قلندر ایک بزرگ تھے جو سردار سنولے کے یہاں پیادہ کی خدمت انجام دیتے مگر اہل شہر انکا گرویدہ تھا۔ دور دور شہرت تھی مدراس کا نواب زادہ فقیری لباس میں اُنکے پاس آیا اس سے بیعت اس شرائط کے ساتھ لی کہ وہ اپنی جان کی بازی انگریز کے اقتدار کے ختم کرنے میں لگا دے ^ل^

چنانچہ نواب زادہ امارت کو چھوڑ کر اسی مقصد کے پیش نظر دربدر پھر رہا تھا۔ یہی وہ فرد ہے جسکو تاریخ غدر میں مولوی احمد اللہ شاہ دلاور جنگ کے نام سے یاد کرتے ہیں

کٹے اور سینس کی ہندوستانی غدر کی تاریخ جلد ۴ صفحہ ۳۸۱ میں ہے

مولوی احمد اللہ نے ناجائز قتل و غارت سے کبھی اپنی تلوار کو دھبہ نہیں لگنے دیا وہ ہمیشہ مردانہ وار جرأت اور اولوالعزمی اور دیانت داری سے اپنے ملک کو اغیار کے پنجے سے چھڑانے کے لئے (انگریز سے) لڑتا رہا۔"

ل تواریخ احمدی از مولانا نائب لکھنوی -

جونپور میں مولوی سرفراز علی شاگرد مولوی کرامت علی شغل معلم گیری اسکے ساتھ پیری مریدی بھی جاری، جو مرید ہوتا اسکو نصرانیت کے خلاف تلقین کرتے اور جہاد پہ آمادہ کرتے سلطانپور کا ایک افغانی صوبہ دار نام سنکر بیعت کرنے آیا بخت خان اسکا نام تھا انگریزی توپ خانہ کا افسر تھا۔ مرید کیا اور اسکو انگریز سے مقابلہ کے لئے تیار کردیا جو آگے جاکر دلی کی تاریخ میں جنرل بخت خان کے نام سے مشہور ہوا۔ علاقہ سرحد میں مولانا مولوی سید احمد بریلوی اور مولانا اسمٰعیل شہید نے انگریز کے خلاف وہ آگ بھڑکا دی تھی جو بجھنے میں بھی نہ آئی۔

۱۸۵۴ء میں پادری فنڈر انگلستان سے ہندوستان آیا اور داعیان مذہب کو دشنام دہی کا محل بنالیا۔ علما بگڑ بیٹھے مولوی رحمت اللہ اور ڈاکٹر وزیر خان سے اس سے آگرہ میں مناظرہ ہوا شکست کھاکر سیاہی شب میں ایسا چھپا پھر ہندوستان میں نظر ہی نہ آیا۔ علما نے نصرانیت کے خلاف رسالہ بازی شروع کردی۔ علما کیطرح ہندوستان کے پنڈتوں نے دھرم شاستر کے احکام نکال لئے تھے اور منتروں سے سبہ مورت نکال کر وطن پرستوں کو گرما رہے تھے اور فرماتے تھے کہ انگریز سے لڑو فتح تمہاری ہوگی۔ (تاریخ بقا ہند صفحہ ۲۷۶)

حسن اتفاق نانا راؤ پیشوا کی ۸ لاکھ کی پنشن ڈلہوزی نے ضبط کرلی اور باجی راؤ کا متبنیٰ انکو نہیں گردانا انہوں نے اپنے سربراکار عظیم اللہ خان کو ولایت بھیجا مگر ڈائرکٹران نے کوئی توجہ نہ کی ۵ لاکھ روپیہ صرف کرکے لوٹ آیا۔ ہردو انگریزی سلطنت کے الٹنے کے درپے ہوگئے کہا جاتا ہے غدر کی سکیم کے بانی دلاور جنگ اور نانا راؤ اور عظیم اللہ ہی تھے۔ نانا صاحب کا ساتھی تانتیا ٹوپی فوجی جنرل تھا

اس نے جوگی بنکر سرکاری فوجوں میں بغاوت کی لہر پیدا کردی۔

مسٹر چارس بال اپنی تصنیف میں انکے متعلق لکھتا ہے۔

انگریز سے ذرا کم مضبوط۔ دشمن سے اگر نانا تبہ ٹوپی کو واسطہ پڑتا تو وہ ایک وسیع مرہٹہ سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتا اور پھر سے پیشوا بن جاتا ہے[1]

احمد نگر کے علاقہ کا رہنے والا تھا کچھ عرصہ نانا فرنویس کی فوج میں عہدہ دار رہ چکا تھا۔ مگر اس بہادر کو راجہ مان سنگھ اپنی جائداد کو بچانے کی خاطر انگریزوں کے ہاتھ سوتے میں پکڑوا دیتا ہے مقدمہ چلتا ہے آخرش ۴۹ برس کی عمر میں دار پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ ان جملہ حضرات نے ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کو تو رہ برود بنا دیا تھا صرف ایک ماہ کچھ دن شتابہ لگانے میں باقی تھے کہ برطانی جنرل جو میرٹھ میں کمانڈر فوج کا تھا خود یا سلائی دکھا بیٹھا قضیہ کارتوس چھیڑ کر فوج کو برگشتہ کردیا یہ فوج۔ امئی کو دلی آئی بہادر شاہ کو خواب غفلت سے چونکایا مگر ضعیفی نے اور انگریز کے شکنجے نے پژمردہ بنا رکھا تھا مگر خاندانی تھور و شجاعت نے نئے سرے حرارت پیدا کردی اور وہ سرپرستی کے لئے تیار ہو گیا مگر شہزادی کمزور نکلے مرزا مغل مرزا خضر سلطان۔ مرزا قویش مرزا جوان بخت میں تو کچھ سرگرمی عمل تھی بقیہ کا طریقہ شکایت کا موقعہ دے رہا تھا جنرل بخت خان نے آتے ہی فوج کو ہاتھ میں لے لیا بادشاہ نے لارڈ گورنر کا خطاب دیا مگر ارکان سلطنت حکیم احسن اللہ خان مرزا الٰہی بخش و دیگر شہزادوں کی سازشیں انگریز کو کامیاب کرنے میں معاون ہوئیں تسلط پر بادشاہ

[1] ہندوستانی غدر کی تاریخ جلد دو صفحہ ۲۰۲۔

رنگون بھیج دیئے گئے ہڈسن کے ہاتھوں شہزادے مرزا مغل مرزا خضر سلطان گولی کا نشانہ بنے۔

جنگ آزادی نے ہندوستان میں وسیع محاذ اختیار کر لیا تھا۔ لکھنؤ پر سے مولوی احمد اللہ شاہ اور برجیس قدر کی وجہ سے کنٹرول اٹھ گیا تھا کانپور پر نانا راؤ کا قبضہ تھا رانی لکشمی جھانسی پر براج رہی تھی بریلی نواب خان بہادر خان کے قبضہ میں تھی الہ آباد پر مولوی کفایت علی چھائے ہوئے تھے۔ بہت سے نواب اور چھوٹے چھوٹے راجے انکے ہمنوا تھے دلی پر انگریزی قبضہ ہونے کے بعد ہر جگہ غداروں نے ملک محبان ملک اور حریت نوازوں کو ناکامیاب بنایا آخری سب کا اجتماع مولوی احمد اللہ شاہ کے جھنڈے تلے تھا محمدی میں حکومت قائم ہوئی سکہ چلا مگر راجہ پوائین کے ہاتھوں دھوکہ سے احمد اللہ گولی کا نشانہ بنے[1] پھر تو تمام انقلابی رہنما منتشر ہو گئے جو حکومت کے ہاتھ پڑے وہ دار پر چڑھا دیئے گئے یا حبس دوام بہ عبور دریائے شور کی سزا کے سزاوار قرار دئے گئے نوابوں راجاؤں کی جائدادیں ضبط ہوئیں۔ دلی میں لکھنؤ میں کانپور میں انگریزی افسروں نے وہ وہ ظلم کئے جسکی تاریخ میں مثال نہیں ملتی بنارس الہ آباد میں نہایت بیرحمی اور سختی کا استعمال جنرل نیل اور کرنل ریگنارڈ نے کیا۔

لندن ٹائمس کے نامہ نگار رسل نے اس ظلم و جور کی بہت سی مثالیں دی ہیں۔ لفٹنٹ مجنڈی نے لکھا ہے۔

> ایک زخمی سپاہی کے چہرے کو سنگین مار مار کر چید اگیا اور پھر اسے معمولی آگ رکھ کر بھونا گیا۔ جلتے ہوئے انسانی گوشت کی خوفناک بو سے دماغ پھٹا جاتا تھا سخت قسم کا دھواں اٹھ رہا تھا اور یہ سب کچھ انیسویں صدی میں

[1] تبصر التواریخ و تاریخ شاہجہانپور۔

میں آیا تو بری طرح سے لکھا۔ جیسا کہ ڈاکو اور چور کا نام لیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا تاریخی حقائق کے بعد ہم حق بجانب ہیں کہ ۵۷ء کی انقلابی تحریک کو زیادہ کامیاب بنانے اور ملک پر اپنے کو قربان کرنے والے علما ہی تھے۔

ان علما میں جو صاحب درس و تصانیف تھے اُن کا ذکر البتہ علمائے ہند کے تذکروں میں معمولی طور سے آیا ہے مگر تذکرہ نویس اُنکے سیاسی کارناموں سے ناواقف تھا یا خود پردہ ڈالا گیا۔

آج ایک ایسے تذکرہ کے لکھنے کی سخت ضرورت تھی جسمیں علما کی مجاہدانہ سرگرمیاں اور انکی سیاسی کارگذاری ہو اور انکے ہمنوا راجہ نواب امرا تھے۔ انکی سیاسی مساعی کا بھی ذکر ہو۔

چنانچہ مولوی عبدالحق صاحب فاروقی مالک نیا کتاب گھر دہلی سے راقم سطور اس اہم خدمت کو انجام دینے کے لئے تیار ہو گیا خدا کا شکر ہے مجھکو بڑی کامیابی ہوئی میرے خاندانی کتب خانہ سے اسکی ترتیب میں بڑی مدد ملی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علما

کے نام سے اس کتاب خونچکاں کو ملک و ملت کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

انتظام اللہ شہابی

حضرت مولانا سید احمد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید احمد علی عرف ضیاء الدین خطاب دلاور جنگ معروف د

دلی | مرشد کی ہدایت پر دلی آئے۔ ابوظفر بہادر شاہ مغلیہ تخت حکو
پر جلوہ افروز تھے اکبر شاہ نے تمام عمر ایسٹ انڈیا کمپنی کے رحم
خسروی پر بتادی تھی یہ بھی اضافۂ خوان کرم پر آس لگائے ہوئے بیٹھے
تھے قلعہ معلیٰ کی چار دیواری میں حکمرانی تھی غرض کہ نام نہاد کی بادشاہی تھی
مسلم قوم اس پر بھی مگن تھی ہر ایک ادنیٰ ہو یا اعلیٰ اپنی اپنی دلچسپیوں میں ڈ
ہوا تھا شہزادے رنگ رلیوں میں مست تھے بدکاری بڑھی ہوئی تھی
زمانہ کہاں سے کہاں لے جا رہا تھا اس طرف آنکھ اٹھا کے بھی کوئی دیکھنے
نہ تھا۔ علمار صوفیار کو اپنے نام و نمود و تن آسانی اور شکم پروری سے فرصت
نہ تھی علمار سرکار کمپنی کے عہدوں پر ممتاز تھے کوئی قاضی بنا کوئی مفتی کوئی
صدر الصدور۔ مدرسہ و خانقاہیں آباد۔ علوم عربیہ میں عقلیات کی گرم بازا
مگر حق بات کہتے ہوئے ڈرتے محکمۂ قضاۃ[1] جس کے عہدے پر مفتی مولو
انعام اللہ خاں بہادر گوپاموی فائز تھے وہ اکبر شاہ ثانی کے عہد میں ہی تو
جا چکا تھا مفتی صاحب کو سرکاری وکیل بنا کر ترلقمہ دے دیا گیا تھا اس
محکمۂ قضاۃ کی بجائے صدر نظامت اِلہ آباد میں قائم ہوا اس سے ہی مسلک
مفتی صاحب سے گئے غرض کہ بڑے بڑے عالم و مفتی دلی میں تھے کسی
نے احتجاج تک نہ کیا اور نہ کسی قسم کی آواز بلند کی۔ بلکہ اس مداخلت فی الد
کو بلا اکراہ دیکھا کئے جو حکومت کمپنی نے عہدے علمار کو دے رکھے تھے

---

[1] تاریخ مفتیان گوپامئو صفحہ ۳۰

ں پر شکر و امتنان کے ساتھ زندگی گذار رہے تھے ۔ مولوی احمد اللہ شاہ
نے دلی کا یہ رنگ دیکھا دنگ رہ گئے باوجودیکہ علمار کے سوائے بڑے
بڑے شیوخ طریقت رشد وہدایت کی محفل جمائے بیٹھے تھے حضرت غلام
نصیرالدین عرف کالے صاحب۔ خواجہ محمد نصیر۔ شاہ جلال۔ شاہ توکل حسین
شاہ ۔ فدا علی شاہ ۔ ابوسعید شاہ ۔ محمد آفاق جیسے حضرات مجاہدہ و ریاضت میں
ایک سے ایک بڑھا ہوا تھا شاہ صاحب ہر ایک سے ملے جلے تب دلائے
خیالات سے مگر کوئی ان کی ہمنوائی کو تیار نہ ہوا ان سے ناامید ہوئے تو علمار،
کرام مولانا رشید الدین خاں ۔ مولوی کریم اللہ ۔ مولوی مخصوص اللہ ۔ مولوی قطب
الدین خاں ۔ مولوی عبدالخالق ۔ مولوی سید محبوب علی ۔ مولوی نصیر الدین شافعی ۔
مولانا محمد نورالحسن ۔ مولوی کرامت علی ۔ مولوی مملوک علی نانوتوی ۔ سراج العلمار
مفتی سید رحمت علی خاں بہادر اخون شیر محمد خاں ۔ مولوی سید امت علی ۔
مولوی محمد جان ہر ایک درس و تدریس و تصنیف و تالیف میں لگا ہوا ۔ مولوی
احمد اللہ شاہ ہر ایک بزرگ سے ملے وقت کی نزاکت کا احساس دلایا اور
ان کے سامنے روئے دھوئے مگر ان کی فغاں اور پکار پر کسی نے کان تک نہ
دھرے حضرت مفتی صدرالدین آزردہ نے کچھ کچھ آمادگی کا اظہار کیا اور مشورہ
دیا کہ آگرے جا کر اصلاحی تحریک کو کامیاب بنایا جائے ۔

لہ آثار الصنادید

لہ مہتاب اجمیر و اولیائے ہند مطبوعہ مصطفائی پریس آگرہ

عظیم الشان تاریخی مناظرہ

۱۸۵۶ء میں حضرت شاہ صاحب آگرہ سے لکھنؤ جاچکے تھے کہ پادری فنڈر کے مناظرے کا واقعہ ہوا۔ ہندوستان پر کمپنی کا اقتدار کافی ووافی ہوتے ہی ان کے زیر اثر عیسائی مُناد ہندوستان آنے لگے ایک طرف انگریزی سے عیسویت پر اردو میں ترجمے شائع کئے دوسری طرف مشنریوں نے اپنے مطبعے بھی قائم کئے۔ ایک مطبع مرزاپور میں تھا ایک آگرہ سکندرے میں قائم کیا بلکہ اخبار بھی نکالتے تھے۔ چنانچہ خطبات گارسان دتاسی میں ہے؛

"مرزاپور سے خیرخواہ ہند نکلتا تھا"

یہ امریکی پروٹسٹنٹ مشنریوں کا اخبار ہے اور اس کا مقصد تبلیغ مذہب ہے۲؎۔ دوسری جگہ گارسان دتاسی لکھتا ہے:۔

(بقیہ) ناکامیابی پر۔۔۔۔ وہاں سے مرشدآباد گئے پھر کلکتے پہونچے۔ مشاعرہ کیا عمائد سے اس طرح تعلق ہوگیا اسی اثنا میں کول برک سے رسم ہوگئی اس کا لڑکا مسٹر شیران سے فارسی پڑھتا تھا کول برک دلی کے رزیڈنٹ مقرر ہوئے تو مفتی صاحب اس کے ہمراہ دلی آئے اس نے اپنے محکمہ کا سررشتہ دار کردیا عرصے تک وہاں رہے رزیڈنٹ ولایت گئے محکمہ عدالت میں بعہدہ وکالت (مفتی) مقرر ہوئے۔ جس زمانے میں صدر نظامت الہ آباد میں قائم ہوا محکمہ قضا شکست ہوگیا آپ الہ آباد آئے اور محکمہ صدر میں وکیل مقرر ہوئے صدر آگرہ آیا تو آپ بھی اس کے ہمراہ آگرے آئے ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ کو وصال ہوا درگاہ ابو العلائیہ میں دفن ہوئے۔ (تاریخ مفتیان گوپامئو صفحہ ۳۹) ۲؎ گارسان دتاسی صفحہ ۳۲

رومن کیتھولک نقطۂ نظر سے سروہنہ سے مذہبی عقائد کے سوال وجواب کی کتاب بھی چھپتی ہے یہ آگرے والی کتاب سے زیادہ مفصل ہے یہاں پر مشنریوں نے مطبع قائم کر رکھا ہے۔

عیسائی اولیا کے تذکرے اور مذہبی کتابیں فارسی و دیوناگری حروف میں چھپتی ہیں[1]

پراٹسٹنٹوں کی مذہبی مطبوعات بلاشبہ بہت زیادہ ہیں اور ان کی اشاعت سے اہلِ ہند میں رفتہ رفتہ عیسائی خیالات کی اشاعت ہوتی جاتی ہے"

ایک طرف عیسوی لٹریچر شائع کیا جارہا تھا دوسری طرف مبلغ عیسویت کی تبلیغ کر رہے تھے ان کا تبلیغی طریقہ دلخراش تھا وہ بلا دشنام طرازی کے کسی مذہب کے بانی و داعی کا ذکر ہی نہیں کرتے تھے اسلام پر تو ایسے رکیک حملے کئے جس سے عوام کے جذبات میں بے حد جوش پیدا ہو چلا تھا چنانچہ ۱۸۵۴ء میں فنڈر نامی پادری یورپ سے ہندوستان پہونچا جسے عربی اور فارسی اور اسلامی علوم میں باضابطہ مہارت تھی۔ اُس نے اسلام پر اعتراض کا ایک لامتناہی سلسلہ چھیڑ دیا تھا۔ ہندوستانی مسلمانوں کو عیسائیت اور عیسائی مذہب سے دور کا بھی تعلق

---

[1] گارسان دتاسی صفحہ ۳۶

نہ تھا۔ عام علماء بھی اس مذہب کی تفصیلات سے ناواقف تھے اور انھوں نے کبھی توجہ بھی نہیں کی تھی البتہ بعض مسلمان محققوں نے دین عیسوی پر کافی مطالعہ کر رکھا تھا۔ ہمارے ایک ڈاکٹر وزیر خاں نامی جو مرشد آباد ایک عرصے تک رہے پھر یورپ ڈاکٹری کی تکمیل کے لئے گئے ایک طرف ڈاکٹری فن میں بڑی ڈگری لی اور دوسری طرف ذاتی سعی و کاوش سے یونانی اور عبرانی زبانوں میں معقول درک حاصل کیا۔ مذہب عیسوی پر جس قدر کتابیں شروح و تفاسیر حاصل کر سکتے تھے وہ لیں اور ان کا مطالعہ کیا اور ساتھ ہی ہندوستان لیتے آئے ان کا تقرر گورنمنٹ نے آگرے میں کر دیا محلہ کاغذیان تاج گنج میں رہتے تھے۔ پادری فنڈر مذکور نے ہندوستان میں چند جگہ علما سے گفتگو بھی کی مگر وہ جواب نہ دے سکے تو آگرے آیا یہاں اس وقت صدر نظامت کی وجہ سے علماء کا بڑا مجمع تھا۔

ڈاکٹر وزیر خاں اور مولوی رحمت اللہ کیرانوی سے بڑے تعلقات تھے ڈاکٹر صاحب نے پادری کی آمد کے بعد کیرانہ سے مولانا کو بلوا بھیجا آگرہ آئے اور پچھلی اینٹ مقیم ہو گئے۔

حکام صدر نے یہاں مناظرے کا بڑا انتظام کیا ماہ رجب ۱۲۷۰ھ میں یہ مناظرے کی مجلس منعقد ہوئی جس میں ہندوستان سے بھی بڑے بڑے عالم آئے تھے اور امراء بھی شریک ہوئے تھے۔ مسٹر اسمٹ حاکم صدر مسٹر کرسٹن سکریٹری ریوینیو بورڈ مسٹر ولیم حاکم علاقہ فوجی مسٹر لیڈلی مترجم اول برٹش گورنمنٹ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ عیسائیوں کی طرف

سے قیس فنڈر مناظر اول و قیس فرنچ مناظر دوم اور اہل اسلام کی طرف سے مولوی رحمت اللہ مناظر اول اور ان کے ساتھی ڈاکٹر وزیر خاں تھے جلسہ کئی یوم رہا ہزار ہا ہندو مسلمان تماش بینوں کی حیثیت سے مناظرے میں شریک ہوتے تھے۔ پہلا مسئلہ جس پر بحث ہوئی وہ انجیل و توریت کی تحریف کا تھا بحث و تمحیص کے بعد علانیہ سب کے سامنے پادری فنڈر کو اعلان کرنا پڑا کہ ہماری کتابیں (انجیل و توراۃ) محرف ہو چکی ہیں۔ لیکن صرف مسئلہ تثلیث میں تحریف نہیں ہوئی ہے لوگوں کو حیرت ہوئی کہ جس کتاب کو خود مشکوک مان رہا ہے اس پر ایمان لانے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں الغرض فاش شکست کے ساتھ فنڈر کو مجلس سے اٹھنا پڑا اور آگرے سے چلتا ہوا۔ اس نے تبلیغ عیسویت پر میزان حق کتاب لکھی تھی ایک طرف مباحثہ گرم دوسری طرف دولت کا لالچ اور سرکاری اعلیٰ عہدہ ملنے کی توقعات چنانچہ مولوی صفدر علی مولوی عماد الدین جیسے لوگ مرتد ہو گئے اور عیسویت قبول کر کے اسلام کے خلاف زہر اگلنے لگے تھے۔ پادری عماد الدین نے تعلیم محمدی لکھی غرض کہ سب سے بڑا فتنہ مسلمانوں کے لئے یہ اٹھا کہ ایک طرف حکومت ان کے ہاتھ سے لے لی گئی دوسری طرف مذہب پر بھی ہاتھ صاف کیا جا رہا تھا۔ عوام لالچ سے دن بدن عیسویت کی طرف مائل ہوتے جا رہے تھے یہی چیز علماء کی بے چینی کا سب سے بڑا سبب ہوئی

اور شاہ احمد اللہ کی تحریک سے علماء دلچسپی لینے لگے کہ بغیر اس کے تغلب نصرانیت سے چھٹکارا ممکن نہیں فرانسیسی مشنریوں میں سے مسٹر جوزف بھی تھے یہ مفتی انعام اللہ خان بہادر کے احباب سے تھے حضرت احمد اللہ شاہ کے فیض صحبت سے اسلام لائے اور یوسف علی شاہ نام رکھا گیا ایک مسجد ان کے نام سے آج تک آگرے میں موجود ہے خاندان صابریہ میں بیعت ہوئے۔

(نوٹ) ڈاکٹر وزیر خاں فتنہ عام قرطاس میں آگرے سے دہلی چلے گئے جنرل بخت خاں نے ان کو آگرے کا لارڈ گورنر کر دیا تھا۔ ان کے معرکے بھی دلی کے ہنگامے میں کارنامے کی صورت سے ہوتے تھے۔ ان کی ہمراہی میں مولوی فیض احمد عثمانی بدایونی تھے۔

(نوٹ) مولوی رحمت اللہ کیرانوی ابن نجیب اللہ ان کے جد اعلیٰ شیخ عبد الرحمن عثمانی کازرنی سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ وارد ہند ہوئے قصبہ پانی پت میں قیام کیا ان کی اولاد سے مولوی رحمت اللہ سنہ ۱۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی کتب وطن میں پڑھیں۔ مولوی محمد احمد کے ہمراہ تحصیل علم کے لئے شاہجہاں آباد آئے اور مدرسۂ مولوی حیات میں قیام کیا ان کے والد راجہ ہندو راؤ میرٹھ کے میر منشی تھے عمر زیادہ ہو چکی تھی وہ سنہ ۱۲۵۳ھ میں وطن چلے گئے مولانا یہاں سے لکھنؤ گئے مفتی سعد اللہ سے تکمیل کی اور ازالۃ الاوہام کتاب لکھی دہلی لوٹے اور مولوی آل حسن سے ملے پھر کیرانہ وطن گئے آگرے آئے مناظرہ پادری فنڈر میں شریک ہوئے ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں ان کی گرفتاری کا اشتہار جاری ہوا یہ مکہ معظمہ کو عازم ہوئے (اگلے صفحہ پر)

۱؎ غدر کی صبح و شام